چمنستان

ظفر علی خاں

پبلشرز یونائیٹڈ، چوک انارکلی لاہور

کاپی رائٹ

بار اول ——— ۲۰۰۰

قیمت ——— پانچ روپے

۱۹۴۴ء

شیخ محمد نصیر ہمایوں سکرٹری پرنٹرز و پبلشرز نے مرکنٹائل پریس لاہور میں
چھپوا کر پبلشرز یونائیٹڈ لاہور سے شائع کی۔

(۴)

اسلام کی رُسوائی احرار کے ہاتھوں

ہندوؤں سے ہی نہ سکھوں سے نہ سرکار سے ہی
گلہ رسوائی اسلام کا احرار سے ہی

حرف پنجاب میں ناموسِ نبیؐ پہ آیا
قائم اس ظلم کی بُنیاد ان اشرار سے ہی

پانچ ککّوں کا ہے پابند شریعت کا امیر
اُس میں طاقت ہی تو کرپان کی جھنکار سے ہی

آج قرآن کو کہتے ہیں وہ "نطفہ" اپنا
سلسلہ جن کا ملا سیّدِ ابرار سے ہی

آج قرآن کی توہین وُہی کرتے ہیں
واقفیت جنہیں قرآں کے سب اسرار سے ہی

آج اسلام اگر ہند میں ہی خوار و ذلیل
تو یہ سب ذلّت اسی طبقۂ غدار سے ہی

کیا قیامت ہی کہ اللہ کا گھر ہو ویراں
جس کی رونق کی نمود احمدِ مختار سے ہی

ہے یہ سب مسجدِ مظلوم کی فریاد کا فیض
جس قدر درد ٹپکتا مرے اشعار سے ہی

۷ جولائی ۱۹۳۶ء

(۷۷)

احراریات

صدر مجلسِ احرار:۔

دو غم ہیں جہاں میں غمِ دُزد و غمِ کالا　　دونوں کا جنازہ مری غربت نے نکالا
خواہش ہے یہ لالہ کی جیبوں لالہ کی مالا　　مالا کا ہر اک دانہ ہو پھر لو لوء لالا
مَیں صدر ہوں احرار کا ممدوح مرا ہے　　اک پیسہ بھی جس نے مرے کشکول میں ڈالا

جنرل سکرٹری مجلسِ احرار:۔

کونسل کی الکشن کی بلا ہو گئی نازل　　ٹوٹا ہے مرے سر پہ مصیبت کا ہمالا
وہ پانسو مندر مری فہرست میں ہیں درج　　اسلامیوں نے جن سے ہر اک بُت کو نکالا
گھنٹہ نہیں بجتا ہے مہادیو کا اُن میں　　اُن سب میں ہمیشہ کے لئے پڑ گیا "تالا"

امیرِ شریعت احرار:۔

اک طفل پری رو کی شریعت فگنی نے　　کل رات نکالا مرے تقوے کا دوالا
مَیں دین کا پتلا ہوں وہ دُنیا کی ہے مورت　　اُس شوخ کے نخرے میں مرا گرم مسالا

لاہور - ۲۶ - دسمبر ۱۹۳۶ء

(۷۸)

احرار کی ٹولی

پنجاب اسمبلی کی رکنیت کے لئے حلقۂ گڑھ شنکر کی طرف سے دو امیدوار تھے۔ چودھری افضل حق رکن رکین مجلس احرار اور رانا نصر اللہ خاں ہریانوی بی۔ اے جن کی پشت پر مجلس اتحاد ملت کی تائید تھی۔ چودھری افضل حق کو اپنے حریف کے مقابلہ میں شکست فاش ہوئی جس کی تصویر اشعار ذیل میں کھینچی گئی:۔

جاء نصر اللہ کی ہریانہ سے آئی صدا
رنگ افضل حق کا سنتے ہی جسے فق ہو گیا

گر پڑے غش کھا کے مولانا عطاء اللہ شاہ
اور کلیجہ مولوی داؤد کا شق ہو گیا

راہ چلتے چلتے گڑھ شنکر کی ٹمٹم رک گئی
جو چلاتا تھا اسے لنگڑا وہ ابلق ہو گیا

مولوی مظہر علی اظہر کی رسوائی کا داغ
ان کی مجلس کے سیہ خانے کی رونق ہو گیا

اس طرف مندر کا شور اور اس طرف مسجد کا زور
بیچ میں مظہر علی اظہر معلق ہو گیا

پوچھتے ہیں سر سکندر مجلس احرار سے — کیوں وزارت کا تمنائی یہ احمق ہو گیا
ذاکرِ احرار کا مشہور ناقوسی "سلام" — مالوی جی کے صنم خانہ کی رونق ہو گیا
کون دے گا ووٹ بیچارے حسام الدین کو — کچلو امرت سر میں جب مختارِ مطلق ہو گیا
جا ملے کیا سوچ کر احرار سے مُلّا غوث — سارسوں میں کس لئے شامل یہ لقلق ہو گیا
صدرِ احرار آ گئے لے کر لفنگوں کے پرے — لشکرِ اشرار سے جنگ آزما "حق" ہو گیا

شاعری میں بذلہ سنجی ہی مرا اندازِ خاص
زندہ میرے نام سے نامِ فرزدق ہو گیا

لاہور - ۲۷ - دسمبر ۱۹۳۶ء

(۴۸)

ٹین فروش اور دین فروش

مولانا مظہر علی آظہر

ہم ہیں احرار نہیں ہم سے اُلجھنا اچھا
تیری اوقات ہی کیا ہے ابے او ٹین فروش

کامریڈ محمد حسین ٹین ساز

میں نے مسجد نہیں بیچی کبھی تیری مانند
ابے او چندہ کے بھوکے ابے او دین فروش

۲۶-جنوری ۱۹۳۷ء

(۸۵)

گجرات کی انتخابی جنگ

آرائشِ اسلام ہیں گجرات کے قصاب — ان پر ہے جسے ناز وہ ہے خطۂ پنجاب
مر مٹتے ہیں یہ نامِ رسُولِ عربی پر — اس نام کی توہین کی لاتے یہ نہیں تاب
گجرات میں کچھ اور بھی ہیں مردِ مجاہد — ہیں بے عدد اس شہر میں اللہ کے احزاب
دیتے ہیں مساجد پہ جو بتخانہ کو ترجیح — مَیں اُن کو سکھاؤں گا شریعت کے آداب
احرار کو چندہ کے سوا کچھ بھی نہ سُوجھا — بِلّی کو نظر آئے فقط چھیچھڑوں کے خواب
ربانی و یعقوب کے جوڑے کی تڑپ دیکھ — وہ برق کی تصویر ہے یہ پیکرِ سیماب
گجرات کی رونق ہیں حبیب اور کرامت — اسلام کے دریا کے یہ دو موتی ہیں نایاب
شورش سے مرا رشتہ ہی اور وہ ازلی ہے — مَیں وقت کا رستم ہُوں وہ ہی ثانی سُہراب
سُن لوگے کہ گجرات میں عالم کی ہوئی فتح — اس فتحِ مبیں کا ہے یہی شہر نیا باب

دریا مرے رستہ میں نہ ہوں گے کبھی حائل
مجھ کو جو گزرنا ہو تو پایاب ہو چناب

گجرات۔ ۶۔ فروری سنہ ۱۹۳۷ء

(۱۲۵)

دستِ زر افشاں اور جیبِ زر کشاں

نئے تیر اب کہاں سے لائے گی احرار کی ٹولی
کہ خالی ہو چکا ان قادر اندازوں کا ترکش ہے
ہے گاندھی جی سے ان کا رشتہ اور یہ رشتہ ہے زریں
کہ ہاتھ ان کا زر افشاں ہے تو جیب ان کی بھی زر کش ہے
کسی دن سرنگوں دیکھیں گے اس کو دیکھنے والے
سوادِ اعظمِ امت سے جو بدبخت سرکش ہے

لاہور - ۱۲ - دسمبر ۱۹۳۷ء

(۱۲۶)

حلقۂ امروہہ کی انتخابی آویزش

اگر مینہ زور سے برسا تو گل جائیں گی دیواریں
کہ اینٹیں ساری کچّی ہیں بشیر احمد کے بھٹّے کی

بُتوں سے جا ملے کٹ کر ہمارے مولوی ہم سے
نہ رکھی شرم اُنھوں نے اپنی پیشانی کے گھٹّے کی

مسالہ پیستے ہیں جس پہ وہ بے دانت کی سِل ہے
نہ کچھ بھی چل سکی ان کانگریس والوں کے بٹّے کی

لیا شوکت علی نے ہاتھ میں اسلام کا ڈنڈا
میں جب جانوں سہیں اک چوٹ بھی اس ہٹّے کٹّے کی

امروہہ - ۲ - دسمبر ۱۹۳۷ء

(۱۲۷)

کانگرسی دُولھا اور احراری دُلہن

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کی انتخابی آویزشوں میں مجلس احرار پوری سرگرمی سے کانگرس کا پروپیگنڈا کرتی رہی بعض موقعوں پر اس مجلس کی سرگرمیوں کی نوعیت بہت ہی صبر آزما ہو جاتی تھی۔ اشعار ذیل ایسے ہی ایک موقع پر بر سبیل اضطرار زبان سے نکل گئے:۔

باوا تھے مسلمان تو بیٹے تھے مجوسی
پوتے جو ہیں احرار وہ کہلائے فلوسی

مل جائے جہاں چندہ وہی ہے وطن ان کا
ہندی ہیں نہ مصری ہیں نہ چینی ہیں نہ رُوسی

جو بوند مرے خوں کی مہاجن سے بچی تھی
پنجاب کے احرارِ ستم پیشہ نے چُوسی

نہرو جو ہے دُولھا تو دُلہن مجلسِ احرار
ہو پیرِ بخاری کو مبارک یہ عُروسی

حُقّہ نے بنایا مجھے دو کش میں محقّق
اور فلسفہ چھانٹا کئے دوانی و طُوسی

امروہہ ۔۳۰۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

پہنچا۔ سفر کی کوفت نے بہت تھکا دیا تھا۔ دیر سے حقہ بھی نہ پیا تھا اس لئے تکان اور زیادہ محسوس ہو رہی تھی۔ میزبان نے جلد جلد چاء تیار کرائی۔ چاء آئی اور ساتھ ہی حقہ بھی آیا۔ یار لوگوں نے فرمائش کی کہ اس پر کچھ اشعار ہو جائیں۔ میں نے چاء کا ایک گھونٹ پی کر اور حقہ کا ایک کش لگا کر یوں امتثال امر کیا:۔

زندگانی کے لطف دو ہی تو ہیں　　صبح کی چاء۔ شام کا حُقّہ
اُس کو کہتے ہیں سلسبیل کی موج　　اِس کو لکھتے ہیں نُور کا بُقّہ

اس کے بعد بعض ارباب ذوق نے یہ بے ڈھب فرمائش کی کہ اس زمین میں احرار کے متعلق بھی کچھ ہو جائے۔ غالباً اُنہوں نے یہ سمجھا کہ اب اس زمین میں کوئی قافیہ نہیں رہا۔ اور مجھے بھی اُسی طرح زچ کر دیا جائے گا جس طرح سعدی شیرازی کو ایک قافیہ پیمائی کی محفل میں اس فرمایش سے زک دینے کی کوشش کی گئی تھی کہ

غنچہ دہانِ من بیا تنگدلی من ببیں !

پر تنگ دلی کے قافیہ کی قید کے ساتھ ایک مصرع لگا دیا جائے۔ ارباب سخن کو معلوم ہے کہ سعدی کی حاضر جوابی نے یہ کوشش معاً یہ کہہ کر اکارت کر دی تھی کہ

بے تو ہنوز زندہ ام سنگدلی من ببیں

اس ادبی نوک جھونک کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے بطور اظہارِ عجز عرض کیا کہ معاملہ چاء اور حقہ کا ہے اس میں احرار کو کیا دخل۔ اس پر ایک صاحب بولے کہ جب سے مسجد شہید گنج کی تحریک شروع ہوئی ہے احرار نے حقہ

پینا بالکل چھوڑ دیا ہے کیونکہ اُن کے دوست سکھ جس طرح مسجد شہید گنج کا نام سُن کر جو اس باختہ ہو جاتے ہیں اُسی طرح وہ بھی حقہ کا نام آتے ہی چراغ پا ہو جاتے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے چودھری افضل حق نے جو احراری ٹولی کے نفس ناطقہ ہیں پچھلے دنوں حقہ کی مخالفت میں ہنگامہ انگیز مضامین لکھے تھے۔ ایک دوسرے صاحب نے فرمایا کہ احرار کے متعلق ایک شعر ضرور ہونا چاہئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ احرار کی شریعت کے امیر مولانا سیّد عطاء اللہ بخاری نے امروہہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ وہ سؤر ہیں اور سؤر کھانے والے ہیں او کما قال۔ پھر میرٹھ میں مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار اس قدر جوش میں آئے کہ دانت پیستے جاتے تھے غصّہ میں آ کر ہونٹ چباتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ دس ہزار جناح اور شوکت اور ظفر جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں۔ اس پر میں نے یاروں کی فرمائش یوں پوری کی:-

کیا کہوں آپ سے ہیں کیا احرار
کوئی لُچا ہے اور کوئی لُفنگا

دھان پور میں ایک اور لطیفہ ہوا۔ ابھی چاء پینے سے فراغت نہ ملی تھی کہ مولانا شوکت علی کو جو اس دورہ میں میرے رفیق طریق تھے پیشاب کی حاجت ہوئی۔ جب وہ ادب خانہ سے مست ہاتھی کی طرح جھومتے جھامتے نکلے تو یاران سرپل نے کہا کچھ اس پر بھی۔ میں نے فی البدیہہ یہ قطعہ عرض کیا:-

دھان پور آئے جناب حضرت شوکت علی
ہاتھ رکھے قبضۂ شمشیر جوہر دار پر

اس سے وہ شمشیر مراد ہے جو مولانا شوکت علی کو اپنے برادر مرحوم رئیس الاحرار محمد علی جوہر سے ترکہ میں ملی تھی۔

میں نے پوچھا کانگرس کے حق میں کیا کہتے ہیں آپ
ہنس کے بولے کانگرس کو مارتا ہوں دھار پہ

دھار سے کچھ اور نہ سمجھ لیجئے گا۔ اس سے یہاں تلوار کی دھار مراد ہے۔

اورنگ آباد بلند شہر کی تحصیل کا ایک بارونق قصبہ ہے۔ میں سید عبدالعزیز صاحب کے دولتکدہ پہ ٹھہرا ہوا تھا جو علاقہ کے ممتاز رئیس اور مسلم لیگ کے پُرجوش حامی ہیں مسلمانوں کا بہت بڑا اجتماع تھا علی گڑھ۔ میرٹھ اور بلند شہر کے نوجوان بھی آئے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے کہا ہم آپ کی بدیہہ گوئی کا شہرہ مدت سے سُنتے آئے ہیں۔ جب جانیں کہ آپ ایک منٹ کے اندر اندر کچھ کہہ دیں میں نے اس فرمائش میں پڑنے سے پہلو بچانا چاہا۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر ذرا سے تامل کے بعد میں نے اُن کی فرمائش یوں پوری کی۔

رحمت اللہ کی ہے قصبۂ اورنگ آباد — کیوں نہ توحید کے فرزند یہاں ہوں آزاد
ان کے پیشِ نظر اسلام کی آزادی ہے — رکھے اللہ انہیں تابہ قیامت آباد

مولانا شوکت علی کے ساتھ میں اوپ شہر سے بلند شہر واپس جا رہا تھا۔ مولانا کے موٹر پہ مسلم لیگ کا سبز جھنڈا لہرا رہا تھا۔ رستہ میں سرحد کے کچھ گاندھوی سرخ پوش اور چند احراری رضاکار نظر آئے جو کانگرس کے امیدوار کا پروپیگنڈا کرنے کے لئے بلائے گئے تھے۔ مولانا شوکت علی نے کہا کہ اس موقع پہ کوئی شعر ضرور ہونا چاہئے۔ میں نے فارسی کے ایک مشہور شعر میں تھوڑا سا تصرف

(۱۳۱)

احرار اور مسجد شہید گنج

نرالی وضع کا مومن ہے طبقۂ احرار
کہ سر جھکا ہُوا مشرک کے آستاں پر ہے

اس آرزو میں کہ نہرو کسی طرح خوش ہو
نگاہِ خشم سکندر حیات خاں پر ہے

خدا کے گھر کی تباہی میں حصّہ دار ہوئے
یہ ظلم اُنہوں نے کیا آپ اپنی جاں پر ہے

اشارہ پا کے اُدھر سے شہید گنج کا شور
کئی دنوں سے ان اشرار کی زباں پر ہے

سُنا کیا جو کئی سال دیر کا ناقوس
لگا ہُوا وہی کان آج کل اذاں پر ہے

ہمارے قتل کا محضر ہے اُن کے دفتر میں
ہمارے خون کا داغ اُن کی طیلساں پر ہے

وہ برق جس نے جلایا ہمارے خرمن کو
گرائی جانے کو اب اُن کے آشیاں پر ہے

لاہور - ۲۳ - دسمبر ۱۹۳۷ء

(۱۳۶)

میواتیوں کی شان

علاقہ میوات کے مرکز پنہانہ میں ایک بہت بڑا اسلامی جلسہ تھا۔ مجھے اور مولوی مظہر الدین مرحوم مدیر "الامان" دہلی کو اس جلسہ میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ جب میں یہاں پہنچا تو ایک بہت بڑا طبل جنگ بج رہا تھا اور اس کی آواز پر میوات کی دیہاتی آبادی لٹھ باندھے جلوس میں شریک ہونے کی غرض سے جوق در جوق آ رہی تھی۔ یہ نظارہ بہت ہی پُر کیف تھا۔ جلوس سے فارغ ہو کر جب ہم قیام گاہ پر واپس پہنچے تو احباب کی طرف سے کچھ اشعار کی فرمائش ہوئی جو اس طرح پوری کی گئی :۔

کہوں کیا تجھ سے ہمدم کیا ہیں پنہانہ کے میواتی
مسلماں ہیں لگی لپٹی اُنہیں رکھنی نہیں آتی

کسی کے منہ پہ سچی بات کہنے سے نہیں ڈرتے
جبھی تو اُن سے گاندھی جی کی جاتی بھی ہے گھبراتی

نظر آتی ہے وہ رونق مجھے اُن کی جبینوں پر
کہ بارش نورِ صبحِ اولیں کی بھی ہے شرماتی

رسولؐ اللہ کی عزّت پہ کٹ مرنا سکھا دیں گے
کُھلیں گے جس دن ان میواتیوں کے جوہر ذاتی
الٰہی مرحمت کر استقامت اُن کی ہمّت کو
ہماری شوکت شاہانہ کی جو ہے خبر لاتی
جواہر لال نہرو کان دل کے کھول کر سن لیں
کہ مسلم لیگ کے حامی ہیں شہری اور دیہاتی
یہی دو چار دن ٹرّائیں گے پھر آپ چُپ ہونگے
کہ یہ سب کانگرس کے مولوی مینڈک ہیں برساتی

پنہانہ (میوات)

۵۔ مارچ سنہ ۱۹۳۸ء

(۱۶۴)

من کان للہ کان اللہ لہٗ

(۱)

میں بسکہ خدا کا ہوں خدا میرے لئے ہے　　جو کچھ بھی ہے دنیا میں بنا میرے لئے ہے

چومی ہے فرشتوں نے ادب سے مری دہلیز　　آدم کی خلافت کی قبا میرے لئے ہے

کیوں جاؤں گدایانہ میں اغیار کے در پر　　جب رحمتِ شاہ دوسراؐ میرے لئے ہے

سمجھے بھی کہ کیا ہے مری کیفیتِ مستی　　یثرب کی مئے ہوش ربا میرے لئے ہے

کیوں نیشِ خنجر کی ہو شہرگ کو شکایت　　جب شیوۂ تسلیم و رضا میرے لئے ہے

کٹ مرنے کو ناموسِ نبیؐ پر ہوں میں طیار　　وہ سر جو ہوا تن سے جدا میرے لئے ہے

ترکہ میں ملی ہے مجھے فاروقؓ کی سطوت　　صدیقؓ کا اندازِ صفا میرے لئے ہے

جس قوتِ بازو نے اُکھاڑا درِ خیبر　　وہ موہبتِ شیرِ خدا میرے لئے ہے

گاندھی کی ہے یہ شان کہ بے مارے ہی مرجا　　اور آن امام الشہدا میرے لئے ہے

میں مٹ کے رہِ حق میں ہوا زندۂ جاوید

خوش ہوں کہ فنا میں بھی بقا میرے لئے ہے

(۲)

احرار کے حصّہ میں ہے گاندھی کی لنگوٹی — اور خواجۂ بطحا کی ردا میرے لئے ہے

گاندھی کی لنگوٹی سے ہے تہمد مرا اچھّا — عثمانؓ کا آئینِ حیا میرے لئے ہے

جب ہاتھ نہ آئی انہیں دُلدل کی سواری — کہنے لگے عیسےٰؑ کا گدھا میرے لئے ہے

قرآن کی تفسیر میں لکھا ہے انہوں نے — وردھا کے کچالو کا مزا میرے لئے ہے

تیرے لئے حُورانِ بہشتی کے کرشمے — اور کاشی کی پریوں کی ادا میرے لئے ہے

اس پر یہ کہا میں نے کہ تیرے لئے وردھا

اور واقعۂ کرب و بلا میرے لئے ہے

دھلی - ۲ - مارچ ۱۹۳۹ء